روزنامہ
الفضل
ٹیلیفون نمبر 047-6213029 FR-10
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org
بدھ 22 جون 2011ء 19 رجب 1432 ہجری 22 احسان 1390 ہش جلد 61-96 نمبر 142

نزول وحی کی کیفیات

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشامؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے۔فرمایا:
کبھی تو میرے پاس وحی گھنٹی کی جھنکار کی طرح آتی ہے۔اور وحی کی یہ طرز مجھ پر سخت ترین ہوتی ہے۔ پھر بعد اس کے کہ میں اس کا کلام خوب محفوظ کر چکا ہوتا ہوں یہ آواز مجھ سے جدا ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی فرشتہ میرے پاس انسان کی صورت اختیار کر کے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے سو میں اس کی بات کو بھی محفوظ کر لیتا ہوں۔
(صحیح بخاری کتاب بدء الوحی حدیث نمبر2)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

یاد رہے کہ محض خشک جھگڑے اور سب وشتم اور سخت گوئی اور بدزبانی جو نفسانیت کی بنا پر مذہب کے نام پر ظاہر کی جاتی ہے اور اپنی اندرونی بدکاریوں کو دور نہیں کیا جاتا اور اس محبوب حقیقی سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا جاتا اور ایک فریق دوسرے فریق پر نہ انسانیت سے بلکہ کتوں کی طرح حملہ کرتا ہے اور مذہبی حمایت کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی نفسانی بدذاتی دکھلاتا ہے کہ یہ گندہ طریق جو سراسر استخوان ہے اس لائق نہیں کہ اس کا نام مذہب رکھا جائے۔افسوس ایسے لوگ نہیں جانتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور اصل اور بڑا مقصود ہمارا اس مختصر زندگی سے کیا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اندھے اور ناپاک فطرت رہ کر صرف متعصّبانہ جذبات کا نام مذہب رکھتے ہیں اور ایسے فرضی خدا کی حمایت میں دنیا میں بداخلاقی دکھلاتے اور زبان درازیاں کرتے ہیں جس کے وجود کا ان کے پاس کچھ بھی ثبوت نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے جو زندہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ ایسا خدا ایک مردے کا جنازہ ہے جو صرف دوسروں کے سہارے سے چل رہا ہے سہارا الگ ہوا اور وہ زمین پر گرا۔ایسے مذہب سے اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو صرف تعصب اور حقیقی خداترسی اور نوع انسان کی سچی ہمدردی جو افضل الخصائل ہے۔بالکل ان کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے اور اگر ایسے شخص کا ان سے مقابلہ پڑے جو ان کے مذہب اور عقیدے کا مخالف ہو تو فقط اسی قدر مخالفت کو دل میں رکھ کر اس کی جان اور مال اور عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے متعلق کسی غیر قوم کے شخص کا کام پڑ جائے تو انصاف اور خداترسی کو ہاتھ سے دے کر چاہتے ہیں کہ اس کو بالکل نابود کر دیں اور وہ رحم اور انصاف اور ہمدردی جو انسانی فطرت کی اعلیٰ فضیلت ہے بالکل ان کے طبائع سے مفقود ہو جاتی ہے اور تعصب کے جوش سے ایک ناپاک درندگی ان کے اندر سما جاتی ہے اور نہیں جانتے کہ اصل غرض مذہب سے کیا ہے۔اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پروا نہیں رکھتے اور صرف نفسانی جوشوں کا نام مذہب رکھتے ہیں۔تمام وقت فضول لڑائی جھگڑوں اور گندی باتوں میں صرف کرتے ہیں اور جو وقت خدا کے ساتھ خلوت میں خرچ کرنا چاہئے وہ خواب میں بھی ان کو میسر نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی نندیا تحقیر توہین ان کا کام ہوتا ہے اور خود اندر ان کا نفسانی غلاظتوں سے اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ سنڈاس نجاست سے۔ زبان پر بک بک بہت مگر دل خدا سے دور اور دنیا کے گندوں میں غرق پھر مصلح قوم ہونے کا دعویٰ۔

ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

(براہین احمدیہ جلد پنجم ۔ روحانی خزائن جلد21ص28)

مریم شادی فنڈ کو نہ بھولیں

احباب جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی تحریک مریم شادی فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ اپنے خاندان کی شادیوں کے موقع پر غریبوں کو نہ بھولیں اور اس تحریک میں حصہ لے کر مستحق، بے سہارا اور یتیم بچیوں کی شادیوں کو بھی باعزت اور یقینی بنائیں۔ نیز مخیّر حضرات بھی شکرانے کے طور پر اس بابرکت تحریک میں حصہ لیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو مزید برکتیں عطا فرمائے۔آمین

(ناظر اعلیٰ، صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ)

نمایاں کامیابی

مکرم شیخ انور حمید صاحب آف شیخ کلاتھ ہاؤس حال لندن تحریر کرتے ہیں۔
میری نواسی مکرمہ ڈاکٹر نورالصباح صاحبہ نے دسمبر 2010ء میں بقائی میڈیکل یونیورسٹی کراچی سے ڈاکٹر آف فارمیسی میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال گولڈ میڈل حاصل کرتے ہوئے یہ 5 سالہ ڈگری مجموعی طور پر سیکنڈ پوزیشن میں پاس کی۔ اور اس طرح صد سالہ جوبلی گولڈ میڈل حاصل کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہوئیں۔ڈاکٹر صاحبہ آجکل طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں خدمت کر رہی ہیں۔موصوفہ مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب آف فیصل آباد کی پوتی اور مکرم شیخ طارق احمد صاحب آف شیخ سپر سٹور اینڈ ڈرائی فروٹ مرچنٹ کی بیٹی ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز موصوفہ اور ان کے خاندان کے لئے مبارک کرے اور ہر میدان میں اعلیٰ کامیابیاں عطا فرماتا جائے اور جماعت کے لئے نافع الناس وجود بنائے۔آمین

مکرم پروفیسر محمد خالد گورایہ صاحب

تعلیمی مقاصد اور تدریس کے مختلف پہلو

تعلیم سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو کہتے ہیں۔اس کے ذریعے معلومات آئندہ نسل کو منتقل کی جاتی ہیں، ہر عمل کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، جیسے ایک مسافر کے سامنے ایک منزل ہوتی ہے جہاں اس کو پہنچنا ہوتا ہے، تعلیمی مقاصد کا تعین کئے بغیر تعلیمی عمل کو جاری کرنا اندھیرے میں ٹکریں مارنے کے مترادف ہے۔اگر اُستاد کے سامنے واضح مقاصد کا تصور موجود نہ ہو تو منزل تک پہنچنا دشوار ہوجائے گا۔

ہر ملک اور قوم اپنی ضروریات اور نظریات کے مطابق مقاصد تعلیم کا تعین کرتی ہے ،اسی لئے پاکستان میں ان مقاصد کے حصول کے لئے مرکزی وزارت تعلیم پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ سطح پر مضامین اور مواد اور نصاب کا تعین کرتی ہے اور پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے اس لئے نصاب کا تعین کرتے وقت اسلامی تعلیمات کو ہر حال میں مدنظر رکھا جاتا ہے۔

یہاں مجھے ایک بڑا دلچسپ واقعہ یاد آگیا ہے۔ نصرت جہاں انٹر کالج میں دو تین دفعہ DUNDE یونیورسٹی آف سکاٹ لینڈ کی Admission Officer for South Asian Countries تشریف لائیں۔اس سکاٹش لیڈی نے ربوہ کے ماحول کے مطابق اپنے جسم کو ڈھانپتے ہوئے دوپٹہ بھی سر پر لیا ہوا تھا،خیر اُس نے اپنی یونیورسٹی کا تعارف اور داخلے کا طریق کار اپنے لیکچر میں بتایا، مجھے پتہ چلا کہ وہ دہریہ یعنی (لامذہب) ہے۔میں نے پیغام بھجوایا کہ لیکچر کے بعد وہ مجھے دفتر میں مل کر جائیں۔خیر اُس سے بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی۔میں نے اُن سے پوچھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نہ خدا کو مانتی ہیں نہ کسی مذہب کی پیروکار ہیں نہ دعاؤں پر آپ کا یقین ہے،آپ کے نزدیک تعلیم کے مقاصد (objectives) کیا ہیں یا کیا ہونے چاہئیں۔انہوں نے جواب دیا کہ دنیاوی معاملات سے آگاہی ،معاشرت کے اُصولوں ،نئی ایجادات ،زندگی گزارنے ،بہترین شہری ہونے کا پتہ چلتا ہے۔عوام الناس کی راہنمائی ہوتی ہے،کام کرنے اور ملنے کے مواقع ملتے ہیں۔نام اور شہرت حاصل ہوتی ہے،میں نے عرض کی کہ آپ ایک نوجوان غیر ملکی خاتون ہیں ،آپ اپنی عزت اور زندگی کو داؤ پر لگا کر ایسے ملکوں کا سفر کر رہی ہیں جو دہشت گردی کی لپیٹ میں ہیں اور آپ خود سوچ کر بتائیں کہ آپ name, fame, gain کے لئے satisfaction of mind حاصل کرنے کی ایک ناکام کوشش میں مبتلا ہیں ،اس سے آگے آپ تعلیم کا کوئی مقصد بیان نہیں کر سکتیں۔خاکسار نے اُنہیں جماعت کا تعارف کروایا، واقفین زندگی ٹیچرز کی تنخواہیں اور اُن کا سادہ طرز زندگی اور اطمینان قلب کی مثالیں دے کر سمجھایا کہ یہ ٹیچر اگر لاہور، کراچی، اسلام آباد میں پڑھائیں تو اس سے دس گنا زائد تنخواہیں اُنہیں مل سکتی ہیں لیکن یہ اطمینان قلب کی خاطر دنیاوی بڑی بڑی تنخواہوں کے لالچ میں اِس ادارے کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے،اُن کے نزدیک تعلیم و تدریس کے وہ مقاصد جو ان کے نقطہ نظر سے ہیں وہ اطمینان قلب اُنہیں بڑی بڑی تنخواہیں لینے سے حاصل نہیں ہوگا،اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم نظریاتی آدمی ہیں، ہمارا مذہب جس تعلیم کے حصول اور مقاصد کی تعلیم دیتا ہے وہ پیدائش سے قبل حمل کے دوران بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے ،خاکسار نے اُنہیں ''پنگھوڑے سے لے کر لحد تک علم حاصل کرو''،''علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت مسلمان پر فرض ہے''،''علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے''۔کی احادیث خوب وضاحت کے ساتھ سمجھائیں۔میں نے اُنہیں باتوں باتوں میں یہ بھی بتایا کہ خاکسار ہر روز دفتر سے گھر جاتے وقت اپنے آپ سے یہ سوال کرتا ہے کہ ''گورایہ کیا تم نے آج کوئی کام کیا ہے یا نہیں''۔اور میرے ضمیر نے کبھی نفی میں مجھے جواب نہیں دیا۔میں نے اُنہیں یہ بھی بتایا کہ میرا کام طلبا اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا ہے،یا تو بچوں کو سمجھانا ہوتا ہے یا ٹیچرز کو یہ کرو اور یہ نہ کرو اور دراصل ہمارا پیشہ پیغمبرانہ پیشہ ہے۔ہم نے یہ پیشہ اس لئے بھی اپنایا ہے کہ قوم و ملت کی خدمت کو عبادت سمجھ کر بجالاتے ہیں۔خود احتسابی کے ذریعہ ہم devotion & dedication کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار تک پہنچنے کے لئے مسابقت کی روح سے کام کر رہے ہیں ،اور بھی نظام جماعت کی بہت سی باتیں ہوئیں،اس مختصر سے تعارف کے بعد خاکسار نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔اُس نے کہا کہ نہ میں خدا کو نہ کسی پیغمبر کو نہ کسی مذہب اور نہ دعا پر میرا ایمان ہے لیکن آج کی اِس discussion کے بعد میں یہ ضرور کہوں گی کہ ہمیں بھی آپ کی طرح ہی ہوجانا چاہئے۔

بات ہو رہی تھی تعلیمی مقاصد اور تدریس کے مختلف پہلوؤں کی، ہمارے نزدیک مقاصد تعلیم کی تین اقسام ہیں۔

1۔معلوماتی مقاصد 2۔ اخلاقی مقاصد
3۔ مہاراتی مقاصد

جہاں تک مذہبی مقاصد کا تعلق ہے،اس میں وطن سے محبت اور دینی تہذیب اور ثقافتی ورثہ سے آگاہی۔ نظریہ پاکستان کا علم، اندرونی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، اخلاقی اقدار کی ترویج ،فرد کی شخصیت کی تعمیر ،تعلیم کے یکساں مواقع ۔قومی اتحاد کا فروغ، ہاتھ سے کام کرنے کی عظمت۔ سائنسی اور جدید علوم کے حصول کی لگن پیدا کرنا۔ جمہوریت کا تصور۔جس میں ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا احترام۔دوسروں کی آزادی کا احترام، اپنے اوپر پابندیاں عائد کرنا۔تنقید کو حوصلے اور فراخدلی سے برداشت کرنا۔تعلیم کے ذریعہ طلبا کو جمہوریت پسند بنایا جائے۔قومی تعمیر اور خدمت انسانیت۔ حقوق و فرائض کی پہچان۔غور وفکر کرنا جس کی تلقین تاکید اور تعلیم قرآن کریم میں بار بار کی گئی ہے۔رضائے الٰہی کا حصول۔ یہ وہ چیدہ چیدہ مقاصد ہیں جن کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مقاصد بیان کرنے کے بعد خاکسار تدریس کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے جو عام فہم بھی ہیں اور ان کی مدد سے ہمارے اساتذہ تدریس کے مطلوبہ مقاصد کو خدا کے فضل سے بآسانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

ہر استاد کو سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ پڑھایا کیا جا رہا ہے،بچوں کا لیول اور استعداد کیا ہے۔کس درجہ کے بچوں کو پڑھایا جارہا ہے اور پڑھانے سے قبل learning situation اور کلاس روم کا جائزہ لیا جائے۔Learning کا عمل ایک صاف ستھرے ماحول خوبصورت اور صاف ستھری عمارت جس کو لان، پودوں اور پھولوں سے آراستہ کیا گیا ہو جس میں ظاہری زیبائش اور outlook کو مختلف طریقوں سے دیدہ زیب بنایا گیا ہو وہاں سیکھنے اور سکھانے کا عمل کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ایک دفعہ ہمارے مدرسۃ الحفظ کے پرنسپل صاحب نے بتایا کہ جب وہ مدرسۃ الحفظ کی نئی شاندار اور دیدہ زیب عمارت میں شفٹ ہوئے تو بچوں کی سیکھنے کی رفتار اور حفظ کرنے کی رفتار میں جگہ اور ماحول کی تبدیلی سے غیر معمولی اضافہ ہوا۔

کلاس روم میں طلبا کی نشستوں کا انتظام اس طرح کیا جائے کہ ایسے بچے جن کی نظر یا قوت سماعت کمزور ہو،اُن کو آگے بٹھایا جائے اور تختہ سیاہ ہر طالب علم کو صاف نظر آرہا ہو۔استاد کو اپنی تدریس کے دوران تختہ سیاہ کا استعمال آتا ہو۔سبق کی تیاری کے ساتھ ساتھ سبق کا آغاز کیسے کیا جانا چاہئے ، نامناسب حالات میں تدریس نہیں کرنی چاہئے ،تھکان اور بیماری کی صورت میں اور جب طلباء میں ذہنی آمادگی نہ ہو،گھٹن اور گھبراہٹ والی صورت حال میں جب تک آزادانہ ماحول میسر نہ ہو تدریس کا فائدہ نہیں ہوتا۔

جو پڑھایا جا رہا ہے اس میں اعتدال ہونا چاہئے ، نہ بہت زیادہ تیز اور نہ ہی بہت زیادہ آہستہ۔آواز بلند اور سب تک پہنچے۔سبق میں مناسب حال آواز میں اُتار چڑھاؤ کا استعمال اور سبق کو مثالیں دے کر واضح کیا جائے،مشکل مقامات پر زیادہ وقت اور زور دیں۔سبق یا لیکچر کے دوران غیر متعلقہ باتوں سے پرہیز کریں۔طلبا سے عزت واحترام سے پیش آئیں۔کسی لفظ یا جملے کو تکیہ کلام نہ بنائیں۔ہنسی مذاق سے پرہیز لیکن معلوماتی لطائف بعض اوقات کلاس کے ماحول کو سازگار بنانے کے لئے از حد مفید ثابت ہوتے ہیں۔لیکچر یا سبق میں تدریجی اصول وضوابط اور اعادہ کے طریق کو ضرور اپنائیں۔ بلاضرورت حرکات وسکنات کا جائزہ لیتے رہیں۔ تمام طلباء پر یکساں نظر رکھیں، سوالات کے جوابات کا وقت بھی دیں۔ جدّت پسندی اور جدید معلومات کے لئے جدید A.V. Aid کا استعمال اب ضروری ہو چکا ہے۔کسی بھی لیکچر اور سبق کو اختتام کئے بغیر ادھورا نہ چھوڑیں۔ سرزنش اور انعام ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔

مؤثر تدریس کے یہ چیدہ چیدہ پہلو ہیں جو ہر مدرس کے لئے راہنما اصول کے طور پر کام کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک تدریس کا بنیادی اصول اور سب سے اہم پہلو بچوں میں علم کی دلچسپی پیدا کرنا اُن کے ذوق وشوق کو اُبھارنا اُن کی اندرونی صلاحیتوں کو جھنجھوڑنا اُجاگر کرنا اُن سے کام لینا اور کچھ کر گزرنے کی اُمنگ وترنگ پیدا کرنا ہے اور تعلیم کا اصل مقصد بچوں کی شخصیت کی نشوونما اور تعمیر ہے۔خدا کرے کہ ہمارے اساتذہ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اپنی نوجوان نسل کے اندر علم حاصل کرنے کی تڑپ اس رنگ میں پیدا کر دیں کہ ہماری آئندہ نسلیں اقوام عالم کی ہر میدان میں راہنمائی کرنے کے قابل بن جائیں۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

خداشناسی کی قوت

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

درحقیقت نجات ایمان سے ہے اور خداشناسی کی اس وقت بڑی ضرورت ہے کیونکہ خداشناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک زندگی پر موت وارد نہیں ہوتی اور خداشناسی کا پہلا زینہ یقین ہے خدا تعالیٰ اور اس کی عجیب در عجیب قدرتوں اور طاقتوں پر سچا ایمان اور یقین معرفت کا نور عطا کرتا ہے اور دل میں اس سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے پھر انسان اس قوت کے ساتھ گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ص 414 حاشیہ)

پبلشر وپرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

آریہ سماج کی سائنس سچے علوم سے بے بہرہ ہے

ان کے نزدیک سورج اور چاند پر بھی انسانی آبادیاں ہیں

حضرت مسیح موعود نے ان کا مقابلہ کیا اور شکست فاش دی

جب انیسویں صدی میں سائنسی ترقی کا نیا دور شروع ہوا تو اس کے ساتھ ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہوا کہ جسے جب کوئی بات یا کوئی حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات تو قانون قدرت کے خلاف ہے۔ خواہ انہیں سائنسی حقائق کی الف ب کی بھی سمجھ نہ ہو۔ اور یہ لوگ اس حربہ کو خاص طور پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی غیر مذہب پر حملہ آور ہونا ہو۔ لیکن جب ایسے لوگ خود کچھ تحریر کرتے ہیں یا کسی اور طرح اظہار خیال کرتے ہیں تو اس بات کی قلعی کھل جاتی ہے کہ یہ معترض طبقہ خود سائنسی حقائق سے مکمل طور پر لاعلم ہے۔

جب انیسویں صدی میں قرآن کریم پر اور اسلام پر ہر طرف سے حملے شروع ہوئے تو ان میں ایک نمایاں گروہ آریہ سماج کا تھا۔ شروع سے ہی دیگر اعتراضات کے علاوہ اس گروہ کا ایک خاص طریق یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کی مختلف آیات کے بارے میں جھٹ سے یہ دعویٰ کر بیٹھتے تھے کہ یہ تو قانون قدرت کے خلاف ہے یا سائنسی حقائق کے خلاف ہے۔ اس ہندو فرقہ کے بانی کا نام پنڈت دیانند تھا۔ پنڈت دیانند کی پیدائش کاٹھیاواڑ گجرات میں ہوئی تھی۔ لیکن جب انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر لیکچر دینے شروع کئے تو ابتداء میں ہندوؤں کی کوئی خاطر خواہ تعداد ان کے نظریات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔

جب پنڈت دیانند 1877ء میں دہلی میں ہونے والے بڑے دربار میں شرکت کیلئے وہاں گئے تو ان کو پنجاب سے آنے والے لوگوں کی طرف سے پنجاب کا دورہ کرنے کے لئے دعوت دی گئی۔ پنجاب کا یہ دورہ اپریل 1877ء سے لے کر جولائی 1877ء تک جاری رہا۔ اس دورہ سے ان کو بڑی کامیابی ملنی شروع ہوئی اور ان کے لیکچروں کے بعد لاہور، گورداسپور، امرتسر، راولپنڈی، گوجرانوالہ، ملتان، جہلم اور پنجاب کے دوسرے مقامات پر آریہ سماج کی شاخیں قائم ہوئیں۔ ان مقامات میں وہ مقامات بھی شامل تھے جو قادیان کے قریب ہیں۔ آریہ سماج ویدوں کو اپنے عقائد کی بنیاد بتاتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ بت پرستی کو بھی رد کرتے تھے۔ اور ایک خدا کے وجود کے قائل تھے۔ اور یہ دعویٰ کرتے تھے کہ مادہ اور ارواح بھی ہمیشہ سے ہیں، خدا یا پرمیشر نے انہیں پیدا نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ، قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات پر بے جا حملہ کرنا ان کا شیوہ تھا۔

ان حالات میں جبکہ ابھی حضرت مسیح موعود نے کوئی دعویٰ نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی آپ کے ساتھ کوئی جماعت تھی۔ آپ قادیان میں گمنامی کی زندگی گذار رہے تھے، لیکن اُس وقت بھی آپ نے ان دریدہ دہن آریوں کو للکارا۔ انہی دنوں میں پنڈت دیانند کا یہ نظریہ شائع ہوا کہ دنیا میں موجود ارواح بے شمار ہیں اور خود پرمیشر (خدا) کو بھی ان کی تعداد کا علم نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس لغو عقیدہ کے رد میں اخبار سفیر ہند میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔ اس سے آریہ سماج کو اتنی زد پہنچی کہ لاہور سماج کے سیکرٹری جنرل کو اپنی جان چھڑانے کے لئے یہ بیان شائع کرنا پڑا کہ یہ مسئلہ آریہ سماج کے اصولوں میں داخل نہیں۔ اس کے بعد امرتسر سماج کے باوا نرائن سنگھ صاحب نے میدان میں آنے کی کوشش کی لیکن صرف خلاف عقل شرائط لگانے پر ہی اکتفا کی۔ پھر آریہ سماج کے ایک اور ممبر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب میدان میں آئے اور حضرت مسیح موعود سے مناظرہ کیا۔ لیکن جب ان کو کہا گیا کہ وہ وید سے تناسخ کا ثبوت پیش کریں تو ان کو کوئی معقول جواب دینے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور مزید بحث سے کنارہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے آریہ سماج کو عمومی چیلنج دیا۔

اس پر قادیان کے لالہ شرمپت صاحب کو مضمون نویسی کا شوق چڑھ آیا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود اور باوا نرائن سنگھ کی خط و کتابت کے بارہ میں ایک مضمون لکھ کر پنڈت شیونرائن اگنی ہوتری صاحب (جو اس وقت برہمو سماج کے سرگرم رکن تھے) کے رسالہ میں شائع ہونے کیلئے بھجوایا۔ اگنی ہوتری صاحب نے اس کو شائع تو کر دیا لیکن اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس مضمون کے ایسے بخئے ادھیڑے کہ اس کے بعد لالہ شرمپت صاحب نے اس شوق سے پہلوتہی میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 ص 151-162)

اس کے بعد سوامی پنڈت دیانند نے تین ممبران آریہ سماج کو حضرت مسیح موعود کی طرف بھجوایا کہ بالمواجہ (یعنی روبرو) بحث ہونی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود نے اس کا جواب مشتہر فرمایا کہ

”یہ بحث بالمواجہ ہم کو بسروچشم منظور ہے۔“

اور آپ نے تحریر فرمایا کہ مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام اور ثالث جلسہ کے مقرر کر کے کسی مشہور اخبار کے ذریعہ اشتہار دے دیں۔ اور آپ نے تجویز فرمایا اس بحث میں تین ثالث برہمو سماج میں سے اور تین ثالث عیسائیوں میں سے مقرر کئے جائیں۔ پھر حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا

”......اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو پس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے موافقین کے آنسو پونچھتے ہیں۔۔۔“

(مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 20)

حضرت مسیح موعود کا یہ اعلان 10 جون 1878ء کو تحریر کیا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ کچھ دن اس پیغام کو پہنچنے اور مشتہر ہونے میں صرف ہوئے ہوں گے۔ وجہ کچھ بھی بتلائی جائے لیکن یہ حقیقت دلچسپ ہے کہ 10 جون 1878ء کو حضرت مسیح موعود یہ اعلان تحریر فرماتے ہیں اور 11 جولائی 1878ء کو پنڈت دیانند صاحب جو کہ ایک سال پنجاب میں موجود تھے اور مختلف مقامات کا دورہ کر رہے تھے، پنجاب سے رخصت ہو کر چلے جاتے ہیں۔

(Arya Samaj by Kenneth W. Jones, published by University of California Press 1976, p 36)

وقت کے ساتھ آریہ سماج کی دشنام طرازی میں کوئی کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے قرآن کریم کی آیات پر یہ اعتراض کرنا ان کا معمول تھا کہ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے اور وہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے۔ جب مارچ 1886ء میں حضرت مسیح موعود اور ہوشیار پور کی آریہ سماج کے اہم رکن لالہ مرلی دھر صاحب کے درمیان مباحثہ ہوا تو اس موقعہ پر لالہ مرلی دھر صاحب نے کسی بنیادی مسئلہ پر بات کرنے کی بجائے شق القمر کے معجزہ پر اعتراض کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا

”اس اعتراض سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آج کل کے نوتعلیم یافتہ لوگ انگریزی فلسفہ کے پھیلنے کی وجہ سے ان عجائبات سماوی و ارضی کو قانون قدرت کے خلاف سمجھتے ہیں جن پر ان کی عقل محیط نہیں ہو سکتی اور جن کو انہوں نے نہ بچشم خود دیکھا اور نہ اپنے فلسفہ کی کتابوں میں اس کا اثر یا نشان پایا اس لئے ماسٹر صاحب نے یہ اعتراض پیش کر دیا تا فلسفی طبع لوگ جن کے دل و دماغ پر خیالات فلسفہ غالب آ رہے ہیں۔ خواہ نخواہ شق القمر کے محال ہونے میں ان کے ساتھ ہاں میں ہاں ملائیں اور گوان کی بات کیسی ہی ادھوری اور بودی ہو۔“

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 ص 59)

سرمہ چشم آریہ میں حضرت مسیح موعود نے اس اعتراض کا تفصیل سے جواب تحریر فرمایا ہے۔ اور اسی طرح جب حضرت مسیح موعود کی مبارک زندگی کے آخری ایام میں، 4 دسمبر 1907ء کو آریوں نے ایک جلسہ میں بدگوئی سے بھرپور ایک مضمون پڑھا اس میں یہ بھی کہا کہ جس کتاب میں قانون قدرت کے خلاف تعلیم ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہو سکتی۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 ص 101)

اس بات کا مقصد یہ جتلانا تھا کہ ان کے زعم میں قرآن کریم کی آیات قانون قدرت کے خلاف ہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود کے دعویٰ سے بھی پہلے سے لے کر آپ کی زندگی کے آخری ایام تک آریہ سماج والے مسلسل قانون قدرت کی رٹ لگا کر اعتراضات اُٹھاتے رہے۔

اس وطیرے کی بنیاد اس وقت ہی رکھ دی گئی تھی جب آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند نے ستیارتھ پرکاش تحریر کی تھی۔ اس کتاب کے آخر میں چودھویں سملاس میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں پر انٹ شنٹ اعتراضات کو تحقیق کے نام سے پیش کیا گیا تھا۔ اور ان اعتراضات میں اس قسم کے اعتراضات بہت نمایاں تھے کہ قرآن کریم کی فلاں فلاں آیت قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اور ان آیات پر بھی یہ اعتراض اُٹھانے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں وہ سائنسی حقائق بیان ہوئے ہیں جن کی دریافت قرآن کریم کے نزول کے ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد ہوئی تھی۔ جس طرز پر پنڈت دیانند اور دیگر آریہ سماج کے معترضین نے اعتراضات اُٹھائے ہیں، اس سے صرف ان کی علمی حالت کی پردہ دری ہوتی ہے۔ ان تحریروں میں شوخی اور مزاح پیدا کرنے کی ناکام کوشش زیادہ ہے اور ٹھوس حقائق کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اور یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والا ان آیات کے مفہوم کو سمجھنے کے اہل بھی نہیں تھا۔ اس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

سورۃ الانفطار میں اللہ تعالیٰ آخری زمانہ کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔

اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی۔

’بحار‘ کے لفظ کا مطلب دریا بھی ہوتا ہے اور سمندر بھی۔ اس آیت کریمہ پر استہزاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”واہ جی قرآن کے مصنف فلاسفر......اور دریا کیا لکڑی ہے جو چیر ڈالے گا۔ اور قبریں کیا مردے ہیں جو زندہ کر سکے گا۔ یہ سب باتیں لڑکوں کی باتوں کی مانند ہیں“۔

(ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند، 1899ء، ص 735)

نہ جانے پنڈت صاحب کو یہ کس نے کہہ دیا تھا کہ اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ دریا کوئی ٹھوس چیز ہوتے ہیں اوران کو چیر دیا جائے گا۔پنڈت صاحب آیت کا سادہ مفہوم بھی نہیں سمجھ پائے تھے۔غالباً انہوں نے کسی کے منہ سے سن لیا کہ لفظ'فجر' کا مطلب کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اورشق کرنے کے ہیں۔اور یہ سننے کے بعدانہوں نے بغیر غور کئے استہزاء کا راستہ اختیار کیا۔اگر وہ چندسطریں لغت سے پڑھ لیتے تو اس خفت سے بچ سکتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ فجر الانسان السکر تواس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے بند میں وسیع شگاف ڈال دیا۔اسی طرح یہ لفظ نہریں اور چشمے جاری کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

(مفردات امام راغب)

اگر کسی معترض کو کسی مسلمان کی لکھی ہوئی لغت میں درج معانی کوتسلیم کرنے میں تامل ہوتو وہ عربی کی مشہور لغت Lane کا مطالعہ کر سکتا ہے۔اس میں بھی اس لفظ کے یہ معانی لکھے ہوئے ہیں کہ دریایاجھیل یا پانی کے کسی ذخیرہ میں شگاف ڈال کر پانی جاری کرنے کے بارے میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اب یہ حقیقت بالکل ظاہر و باہر ہے کہ خواہ بحر کا مطلب دریالیا جائے یاسمندرلیا جائے، یہ آیت کریمہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔اس زمانے میں دریاؤں سے اتنے بڑے پیمانے پرنہریں نکالی گئی ہیں،جس کا پہلے کبھی وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔خود اس کتاب یعنی ستیارتھ پرکاش کی اشاعت کے کچھ ہی عرصہ بعد ہندوستان میں وسیع پیمانے پرنئی نہریں نکالی گئیں اور یہ عمل صرف برصغیر تک محدود نہیں تھا پوری دنیا میں اس قسم کی نہریں جاری کی گئی تھیں۔اور اگر بحر کا مطلب سمندرلیا جائے تو بھی یہ پیشگوئی عظیم الشان طریق پر پوری ہوئی۔1869ء کو دس سال کی کاوشوں کے بعد نہرسویز مکمل ہوئی،جس نے بحیرہ احمر اور بحیرہ روم کو آپس میں ملا دیا۔اور وہ بحری جہاز جو پہلے جنوبی افریقہ کے اوپر سے چکر لگا کر جاتے تھے اب براہ راست ایشیا اور یورپ کے درمیان چلنے لگے۔اوراس کے بعد نہر پانامہ نے دنیا کے ایک اور حصہ میں تجارت کا منظر بالکل تبدیل کر دیا۔اس نہر نے بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کوآپس میں ملا دیا۔ان نہروں کے ذریعہ سے عالمی روابط اور عالمی تجارت میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بیچارے پنڈت دیانند نے جس دور میں استہزاء کر کے اپنی پردہ دری کرائی تھی اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو اس عظیم الشان طریق سے پورا فرما دیا کہ کسی صاحبِ عقل کو ان کے پورا ہونے میں کوئی شک نہ رہے۔

پھر دوسری آیت پر اعتراض بھی خوب ہے۔اس آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ اس موعودہ وقت میں قبریں اکھیڑی جائیں گی۔بعثرت کا لغوی مطلب قبر کی مٹی الٹ پلٹ کرنے کے ہیں۔ اتنے واضح مطالب کے باوجود اس پر پنڈت دیانند یہ مہمل قسم کا تمسخر کرتے ہیں:۔

قبریں کیا مردے ہیں جسے زندہ کرے گا۔

اس دور میں ماہرین آثار قدیمہ نے بڑے وسیع پیمانے پر عام قبروں اور بادشاہوں کے مقبروں کی کھدائی کی ہے۔اور ان میں ملنے والے آثار کا مطالعہ کیا ہے اوراس کی بنیاد پر اس دور کی تاریخ، تہذیب وتمدن اور مذہبی عقائد کے بارے میں آراء قائم کی ہیں اور قبروں کا یہ مطالعہ دنیا بھر میں پائے جانے والے مقبروں پر کیا گیا ہے۔اور یہ پیشگوئی اس نشان سے پوری ہوئی ہے کہ اس کی صداقت میں کوئی شک نہیں رہتا۔

اب ہم ایک اور مثال لیتے ہیں۔سورۃ بقرہ آیت 23 پر تمسخر کرتے ہوئے پنڈت دیانند لکھتے ہیں۔

بھلا آسمان چھت کسی کی ہو سکتی ہے؟ یہ جہالت کی بات ہے۔آسمان کو چھت کی مانند ماننا تمسخر کی بات ہے۔'

(ستیارتھ پرکاش،مصنفہ پنڈت دیانند،1899ء، ص674)

یہ بالکل درست ہے کہ قرآن کریم میں آسمان کو ایک چھت قرار دیا گیا ہے۔نہ صرف چھت قرار دیا گیا بلکہ ایک ایسی چھت قرار دیا گیا ہے جو کہ ہماری حفاظت کررہی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت کے طور پر بنایا اور وہ اس کے نشانات سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔''

(الانبیاء۔آیت32)

شاید اس وقت آریہ یہ خیال کرتے ہوں کہ انہوں نے یہ اعتراض کر کے بڑا تیر مارا ہے۔لیکن اگر اس دور کے معروف سائنسی حقائق کو مدِنظر رکھ کر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قرآن کریم کی صداقت کا نشان ہے کہ اس نے چودہ سو برس قبل ان سائنسی حقائق کو بیان کیا جب کہ سائنسدانوں نے چند دہائیوں قبل ان کا فہم حاصل کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان واقعی ایک چھت کی طرح ہماری حفاظت کر رہا ہے۔زمین کی سطح سے 13 کلومیٹر سے لے کر 40 کلومیٹر تک فضا میں Ozone کی تہہ موجود ہے۔Ozone کا مالیکیول آکسیجن کے تین ایٹموں سے مل کر بنتا ہے۔فضا میں موجود اس تہہ کا ایک خاص کام ہے۔اور وہ کام یہ ہے کہ سورج سے آنے والی مضر Ultraviolet شعاعوں کو روک کر ہماری حفاظت کرے۔یہ تہہ ان شعاؤں کا 97 سے 99 فیصد حصہ کو روک کر ہماری حفاظت کرتی ہے۔ اگر یہ چھت ہماری حفاظت نہ کر رہی ہوتی تو اس زمین پر زندگی کا قائم رہنا تو ایک طرف رہا، یہ زندگی ترقی کی راہ پر گامزن بھی نہ ہوسکتی۔

اور Ozone Layer آسمان کے چھت ہونے کا صرف ایک پہلو ہے۔زمین کے اوپر Magnetosphere کی ایک مقناطیسی چھت بھی موجود ہے،جبکہ مریخ جیسے سیاروں کے اوپر یہ چھت موجود نہیں ہے۔اگر یہ چھت نہ ہوتی تو یہاں پر زندگی کبھی نہ پنپ سکتی۔اگر یہ مقناطیسی چھت نہ ہوتی تو ہماری فضا (Atmosphere) اور ہمارے سمندر کبھی کے ختم ہو چکے ہوتے۔ یہ بات ظاہر ہے اب ہر پڑھا لکھا شخص پنڈت دیانند صاحب کے اعتراض کو پڑھ کر ان کی سادہ مزاجی پر ہنس ہی سکتا ہے کیونکہ جدید تحقیق نے قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی سچائی ثابت کر دی ہے اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ معترضین نے قرآن کریم کی کسی آیت پر اعتراض کیا اور جب تحقیق آگے بڑھی تو معلوم ہوا کہ جس چیز پر کم علمی کے باعث اعتراض کیا جا رہا تھا وہ ایک عظیم الشان صداقت تھی۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''......یہ عاجز ایک زمانہ دراز کی تحقیق اور تدقیق کے رو سے خوب جانتا ہے کہ عقائد حقہ اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا اور جس کسی بات کو کوئی کوتہ اندیش مخالف اعتراض کی صورت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت ایک بھاری درجہ کی صداقت اور ایک عالی مرتبہ حکمت ہوتی ہے جو اس کی نظرِ بیمار سے چھپی رہتی ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ۔روحانی خزائن جلد2 ص53)

یہاں یہ جائزہ لینا بھی مقصود ہے جس گروہ کی طرف سے ہر وقت قانون قدرت کے الفاظ کا ورد کیا جا رہا تھا،خود اس کا مبلغ سائنسی علم کتنا تھا۔اس کا اندازہ اس ایک مثال سے لگایا جا سکتا ہے۔

جب پنڈت دیانند سے یہ سوال کیا گیا کہ سورج چاند اور ستاروں پر کیا کوئی آبادی موجود ہے؟ تو اس کا انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں بڑے وثوق سے جواب دیا کہ ہمارے مقدس صحائف میں چاند سورج اور ستاروں کو وسو کہتے ہیں۔چونکہ یہ سب جائے سکونت ہیں اس لئے ان کو وسو کہا جاتا ہے۔ان سب پر انسان بس رہے ہیں اور اگر ان سب پر انسان ہوں تو ہی پرمیشر کا کام بانتیجہ ہوسکتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ پنڈت دیانند صاحب نے ان سب کروں پر بسنے والے انسانوں کی شکلوں کے بارے میں بھی بڑے اعتماد سے یہ نظریہ پیش کیا کہ ان کی شکل کم وبیش زمین پر بسنے والے انسانوں کی طرح ہی ہے بس خدوخال تھوڑے سے مختلف ہوں گے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا انہی ویدوں کا ظہور سورج چاند ستاروں پر بھی ہوا تو اس کے متعلق بھی پنڈت صاحب نے بڑی معین معلومات بہم پہنچائیں کہ انہی ویدوں کا نزول سورج چاند اور ستاروں پر بھی ہوا ہے۔

(ستیارتھ پرکاش،مصنفہ پنڈت دیانند،1899 اردو ترجمہ ص303و304)

اب ذرا ملاحظہ ہو۔یہ تحریر کوئی ہزار سال پرانی نہیں ہے بلکہ انیسویں صدی کے آخر نصف کی ہے۔یہ تو ممکن ہے کہ کسی طرح ان کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ چاند پر آبادی ہوگی لیکن یہ حقیقت تو اس وقت سب کے علم میں تھی کہ سورج اور اس کی طرح کے دیگر ستارے آگ کے بڑے بڑے کرے ہیں۔ سورج کی سطح پر ہی درجہ حرارت پانچ ہزار سینٹی گریڈ سے زائد ہے اور اس کے مرکز میں یہ درجہ حرارت تو ڈیڑھ کروڑ سینٹی گریڈ کے قریب ہے۔یہ بات ہی عقل کے خلاف ہے کہ ایسے مقام پر انسان بس رہے ہیں اور کیا سورج پر زمین کی طرح کی کوئی ٹھوس سطح ہے جہاں پر انسانی تہذیب آباد ہو۔اور تو اور یہ بھی خوب رہی دیانند صاحب نے سورج پر انسان تو آباد کئے تھے ان کو وید کے نور سے منور بھی کر دیا تھا۔کیا ان لغویات کو کوئی ذی ہوش تسلیم کرسکتا ہے اور جن لوگوں کے مبلغ علم کی یہ حالت ہو، مقامِ حیرت ہے کہ وہ ہر وقت قانون قدرت کے الفاظ کا ورد کرتے رہیں اور اس حوالے قرآن کریم پر اعتراضات کر کے صفحات کے صفحات سیاہ کریں۔سائنسی حوالے سے کوئی سوال اُٹھانا بالکل اور بات ہے مگر یہ صرف ایک مثال ہے کہ وہ لوگ خواہ وہ کسی مذہب یا مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہوں، جب بے جا طور پر ہر وقت قانون قدرت کے الفاظ کی رٹ لگائے رکھیں اور اس حوالے سے قرآن کریم پر سطحی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیں،تو حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کو خود سائنسی علوم کا کچھ علم نہیں ہوتا اور متعلقہ موضوع کے بارے میں بنیادی معلومات سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔

پروفیسر رابرٹ ڈیل بورگو .... ترجمہ: زکریا ورک

ڈاکٹر عبدالسلام

استاد، ہم منصب اور دوست

ڈاکٹر رابرٹ ڈیل بورگو Robert Dellbourgo، یونیورسٹی آف تسمانیہ میں پروفیسر آف تھیورٹیکل فزکس تھے۔آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام کی زیرنگرانی امپیریئل کالج سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔1964ء میں آپ نے آئی سی ٹی پی میں ملازمت شروع کی،1966ء میں امپیریئل کالج میں لیکچرار بنے، اور1976ء میں آسٹریلیا واپس چلے گئے۔ڈاکٹر سلام کے ساتھ انہوں تیس کے قریب سائنسی مقالے لکھے تھے۔تدریس کے شعبہ سے اب آپ ریٹائر ہو چکے ہیں۔درج ذیل تقریر انہوں نے 21نومبر1997ء کو ٹریسٹ میں ڈاکٹر سلام کی پہلی برسی کے موقعہ پر یادگاری اجلاس میں کی تھی۔

سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں خود کو کتنا خوش قسمت محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے آپ لوگوں سے خطاب کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں آسٹریلیا سے بہت لمبا سفر کر کے یہاں پندرہ منٹ کی تقریر کرنے آیا ہوں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دعوت نامہ ملنے پر پہلے تو میں ہچکچایا پھر غور کرنے کے بعد دعوت نامہ قبول کر لیا تا کہ میں اس عظیم انسان کو خراج عقیدت پیش کر سکوں۔دوسرے لفظوں میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس وزٹ کو زیارت کے روپ میں دیکھا ہے۔تیسری بات میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس قسم کی یادوں پر مبنی تقاریر میں اس سے پہلے بھی کر چکا ہوں، جیسے امپیریئل کالج گزشتہ سال فروری میں، سلام فیسٹ کے موقعہ پر ٹریسٹ مارچ 1993ء۔ٹریسٹ میں اجلاس کا آخری موقعہ تھا جب میری ان سے ملاقات ہوئی اور جو میرے لئے ایک دل گداز تجربہ تھا، خاص طور پر جب ان کو سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی تھی۔ میری آج کی تقریر گزشتہ تقریروں پر مشتمل ماسوا چند تبدیلیوں کے ہوگی، اس لئے ان احباب سے معذرت کے ساتھ جو میری گزشتہ تقاریر سماعت فرما چکے ہیں۔

ڈاکٹر سلام نے میری زندگی میں مختلف رول ادا کئے

سب سے پہلے بطور استاد کے،انڈر گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ، پھر پی ایچ ڈی سپروائزر، پھر آئی سی ٹی پی میں باس کا رول،اور آخر پر ایک عمدہ ہم منصب اور نہایت قریبی دوست۔میرا پہلا تعلق ان سے بطور استاد کے تھا۔اگرچہ پروفیسر سلام لیکچر دینے سے پُر لطف نہیں ہوتے تھے،لیکن ان کی کمر توڑ رفتار کے باوجود میں نے ان کو سب سے زیادہ انسپائر کرنے والا ٹیچر پایا۔امپریئل کالج میں وہ شاگردوں کے ساتھ گھل مل جاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میرا ان سے پہلا تعلق 1958ء میں اس وقت ہوا جب وہ کالج ڈنر کیلئے آئے تھے تا کہ طالب علم سٹاف سے شناسائی حاصل کر سکیں۔مگر جب آپ انٹرنیشنل سینٹر کے قیام میں پوری دل جمعی سے مشغول ہو گئے تو ایسا ہونا ممکن نہ رہا۔آپ میں سے بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ سلام ایک سادہ منش انسان تھے۔ایک موقعہ پر سرن سوئٹزرلینڈ سے برونو زومینو، اٹلی آیا تو سلام نے اصرار کیا کہ وہ اس کو سٹاف کامن روم کی بجائے سٹوڈنٹ کیفے ٹیریا میں دوپہر کا کھانا کھلائیں گے کیونکہ سلام عام انسانوں میں گھل مل جانا پسند کرتے تھے۔میرے خیال میں یہ واقعہ ان کی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔

فطری طور پر طالبعلموں کیلئے آپ انسپریشن کا منبع تھے جن کے کانوں میں یہ بھنک پڑ گئی تھی کہ پروفیسر بلیک ایٹ Blackett نے ایسے ذہین ترین اور کرشماتی پروفیسر کو ریکروٹ کیا تھا جو ہکس لے بلڈنگ میں فروکش تھا۔ان کی سرپرستی میں تھیورٹیکل فزکس تعلیم حاصل کرنے کا انتخاب میں نے اسی بنیادی وجہ سے کیا تھا۔پاکستانی طالبعلموں کے گروہ در گروہ اسی وجہ سے امپیریئل کالج میں تعلیم کیلئے چلے آتے تھے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پوسٹ گریجوایٹ طالب علموں کا ایک تہائی حصہ ایسے ہی طالب علموں پر مشتمل تھا۔ساٹھ کی دہائی کا اول ترین دور تین چیزوں کیلئے اہم تھا یعنی . spontaneous symmetry breaking, the guage technique, and birth of flavor SU(3). وہ مناظر میری آنکھوں کے سامنے صاف شفاف ہیں جب Eight-fold way کے تحقیقاتی دور میں سلام اور نی مان Neeman میں زبانی تلخ کلامی کے پیچ ہوا کرتے تھے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ سلام سخت گیر کام لینے والا شخص تھے اور بہت کم طالب علم ان کی کڑی نگاہوں سے بچ کر چھپے رہ سکتے تھے۔تحقیقی کاموں میں پروگریس رپورٹ کیلئے آپ ماہی بے آب ہوتے اور آپ کا زرخیز دماغ کسی سائنسی مسئلے میں نت نئے پہلو اور زاویہ نگاہ تلاش کرتا رہتا تھا۔جیسا کہ مائیکل ڈف نے کل کے اجلاس میں بتلایا کہ ایسا کرنا کسی ابھرتے نوخیز پوسٹ گریجوایٹ طالب علم کو بدحواس کرنے کا باعث ہوتا تھا۔ روزانہ کے معمول وہ میرے کمرے میں تشریف لاتے، ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے اور استفسار کرتے کیا مسئلہ حل ہونے کے قریب ہے؟ باوجودیکہ مسئلہ کے لئے کی جانے والی کیلکولیشنز بہت ہی جان سوز ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر سلام کے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ یا تو آپ ان کے ہمراہ تیرنا سیکھ لیتے بصورت دیگر غرقاب ہو جاتے۔ تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے میرا کیریکٹر اس طور سے ڈھالا، اور مجھے لوگوں سے معاملات کرنے کا تجربہ فراہم کیا خاص طور پر خود ان کے ساتھ۔کسی مسئلہ کے فائن پوائنٹ پر اگر آپ ان کے ساتھ گفتگو کرنے کیلئے ہمت باندھتے تو آپ کو سو فیصد مطمئن ہونا لازمی تھا کہ آپ کیا کہنے والے ہیں کیونکہ ڈاکٹر سلام کو مسئلہ کا جواب وہبی طور پر معلوم ہوتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ ان کا جواب بجائے غلط ہونے کے درست ہوتا تھا۔ بددل ہو کر اگر آپ ان کا سامنا کرتے اور پوچھتے کہ آپ اپنے جواب سے کیوں اس قدر پر یقین تھے،تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی، ہاتھ کے انگوٹھوں کو دائرے میں گھماتے، کرسی میں پیچھے ہو کر نیم دراز ہو جاتے، انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کر دیتے۔ ہاں ایسا بھی ہوتا کہ اگر آپ میدان نہ ہارتے اور اگر کسی موقعہ پر بادل نخواستہ صحیح ہوتے،تو وہ آپ کا احترام کرتے تھے۔ڈاکٹر سلام کسی بھی شخص کو اپنی علمیت پر شیخی بگھارتے ہوئے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔اکثر ان لوگوں کو برا بھلا کہتے جو ان کے علمی معیار کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتے تھے، ایسے لوگوں کو وہ Tom-tits or broken reeds کے القابات سے نوازتے تھے۔

آیئے میں آپ کے ساتھ انٹرنیشنل سینٹر کے اولین ایام کی یادیں تازہ کرتا ہوں۔جیسے آپ میں سے کچھ ایک کو جو یہاں موجود ہیں یاد ہو، اٹلی میں سینٹر کا آغاز Piaza Oberdan میں سوشل سکیورٹی بلڈنگ کی عمارت کے اوپر کی دو منزلوں میں ہوا تھا۔ اس وقت بھی اور اب بھی یہ ایک عالیشان عمارت ہے جو حیرت انگیز طور پر شہر کے عین مرکز میں واقع ہے۔سلام یہ مصمم ارادہ کر چکے تھے کہ ان کے تھیوریٹیکل فزکس کے کامیاب مرکز کا ویژن ضرور بہ ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگا، اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے لاتعداد گھنٹے اور لامحدود انرجی صرف کی جس کیلئے ان کی مدد پاؤلو بوڈینی اور لوسیانو فانڈا نے کی تھی۔سینٹر کے چالو ہونے کے پہلے سال یعنی 1964ء میں مختلف سائنسی فیلڈز میں ورکشاپس میں حصہ لینے کے لئے طالب علم آئے لیکن یہ زیادہ تر ہائی انرجی فزکس کی فیلڈ تھی۔اس کے علاوہ سلام اپنے ساتھ متعدد طالب علم امپریئل کالج سے لائے تھے جن میں جمی بائس Jimmy Boyce اور رے ریورز Ray Rivers قابل ذکر ہیں۔ یہ بات سلام کی ذات پر انگشت نمائی نہیں ہے کہ وہ بعض اوقات تندخوئی کا مظاہرہ کرتے کیونکہ ان پر سینٹر کو مالی طور پر مقروض ہونے سے بچانا نیز تعلیمی ادارے کے طور پر زندہ رکھنے کیلئے شدید دباؤ تھا۔سیاست دانوں کو شرم دلانا یا ان کی منت سماجت کرنا کہ سینٹر کو سپورٹ کریں، ایسے امور کے لئے ان کا اتنا وقت ضائع ہو جاتا کہ ریسرچ کیلئے وقت نہیں رہتا تھا جو کہ ان کی ترجیحاً سچی چاہت تھی۔تفریح کے طور پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا جب مختلف ممالک کے نمائندگان نے ایک قرارداد کے حق میں ووٹ دیئے جس سے سینٹر کا آپریشن متاثر ہو سکتا تھا، ماسوا آسٹریلیا کے۔ سلام اس ووٹنگ پر بہت نالاں ہوئے اور اس کے بعد میں نے ان کا رجحان آسٹریلیا کے خلاف پایا۔میں نے تفریح کے طور پر اس لئے کہا ہے کیونکہ آج کے ماحول میں آسٹریلیا کی حکومت بین الاقوامی تعلقات استوار کرنے میں کوشاں ہے، اس لئے اگر اب ووٹنگ ہو تو مختلف ہو گی اور شاید سلام کو کوئی اور دشمن تلاش کرنا پڑتا۔

سلام نے سینٹر کو چلانے کیلئے جن انتظامی ارکان کا انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی (وی آنا) سے چناؤ کیا تھا، وہ سب سائنسدانوں کو ہر قسم کی مدد فراہم کرتے بلکہ ان کی مخصوص عادتوں سے بھی آگاہ ہو گئے تھے۔ آپ میں سے بھلا کتنوں کو یاد ہو گا کہ مریم لوئیس Miriam Lewis یکم اپریل کے تفریحی دن کتنے پری پرنٹ جاری کرتی تھی جن میں تازہ ترین ناقابل فہم اصطلاحی الفاظ ہوتے تھے۔ایسے کاغذات شاید اب آرکائیوز میں محفوظ ہیں۔اگر آپ میں سے کوئی اپنی ریسرچ کی رفتار سے پریشان حال ہے تو میں کہوں گا کہ ان دستاویزوں کا مطالعہ کریں، یہ آپ کے ذہن پر پڑے تمام مکڑی کے جالوں کو صاف کر دیں گے، پھر آپ اپنی کوششوں کو صحیح تناظر میں دیکھ سکیں گے۔ان دنوں آئی سی ٹی پی سکون بخش تعلیمی جگہ تھی، اس کا مورال بہت اونچا تھا جو کہ اب بھی اسی طرح قائم ہے اگرچہ اب یہ ادارہ بہت وسعت اختیار کر چکا ہے۔

ڈاکٹر سلام کی پرفعال زندگی ان کو کرہ زمین کے ہر کونے میں لے جاتی تا کہ سینٹر کیلئے سپورٹ حاصل کی جا سکے اور اکثر وہ اس کوشش میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے تھے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہایت مختصر وقت کیلئے ٹریسٹ ورود فرماتے تھے۔ اکثر ایسے ہوا کہ SU(6) تھیوری کے پیچیدہ نکات پر بحث میں اور جان سٹرادھی ان کے اگلے جہاز کی آمد یا روانگی سے ایک گھنٹہ قبل یا بعد کر سکتے

تھے۔ اس افواہ میں کچھ نہ کچھ سچ ضرور تھا کہ سلام سفر کے دوران یا جہاز میں اپنا ریسرچ کا کام کرتے تھے۔ چونکہ وہ اٹلی سے باہر اکثر سفر پر ہوتے اس لئے سینٹر میں بعض دفعہ آنیوالے اکا دکا وزیٹر کا مجھے یا جان کو استقبال کرنا پڑتا تھا۔ مجھے وہ دن کبھی فراموش نہیں ہوسکتا جب ہم دونوں قابل احترام بزرگ سائنسدان آسکر کلائن کو کارسو پلیٹو Carso pleatue لنچ کے لئے لیکر گئے تھے۔ میں نے اس واقعہ کا اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ ڈائراک کی طرح کلائن Oscar Klein سلام کے نزدیک حقیقی ہیرو تھے جن کو وہ SU(3) کا جائز دریافت کنندہ تسلیم کرتے تھے۔

ڈاکٹر عبدالسلام ایک قابل تقلید ڈائریکٹر تھے جو ہر ممکن کوشش کرتے کہ سینٹر میں کام کرنیوالے ہر فرد سے وہ شناسا ہوں، نیز نئے ملازمین کا استقبال کرتے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ گھل مل جاتے، دوپہر کا کھانا Mensa dei Ferrovieri ریستوران میں تناول کرنا ان کی پسندیدہ جگہ ہوتا تھا۔ ویک اینڈ پر Strada Costiera شاہراہ پر متعدد ریستورانوں میں سے کسی ایک میں شام کے کھانے میں مچھلی کباب کھانا بھی ان کو بہت بھاتا تھا۔ خاص طور پر Sistiana کے قریب ایک ریستوران تھا جو ان کے دل میں گھر کر چکا تھا اور مجھے نہیں معلوم کہ آیا وہ ابھی تک وہاں ہے؟ ان کو کام پر واپس جانے کی بھی جلدی ہوتی تھی اس لئے اگر ریستوران کا ویٹر بل لانے میں دیر کر دیتا، تو ان کے پاس ویٹر کی توجہ حاصل کرنے کیلئے خاص طریقہ تھا۔ آپ کھانا ختم ہونے کے بعد رقم ادا کئے بغیر روانہ ہونے لگتے تو پھر ویٹر کی پھرتی کے ساتھ بل لکھنے میں شتابی قابل دید ہوتی تھی۔

سینٹر قائم ہونے کے پہلے دو تین سال جب تک کہ سینٹر کی کامیابی یقینی نہیں ہوگئی، سلام کی صحت اور اعصاب پر اس کا منفی اثر مترتب ہوا تھا۔ لیکن اس پورے عرصے کے دوران ان کی ریسرچ کا کام سبک رفتاری سے جاری رہا۔ میرا سینہ فخر سے ابھر رہا ہے کہ مجھے ان کے ساتھ سائنسی تحقیق کا موقعہ ملا۔ میں اس لئے بھی ان کا ممنون احسان ہوں کہ نہ صرف انہوں نے مجھے آئی سی ٹی پی میں ملازمت دی، بلکہ 1966ء میں میرے والد کی رحلت کے بعد مجھے پال میتھوز Paul Mathews کی فعال چشم پوشی سے امپیریئل کالج میں لیکچرار کی ملازمت دلوائی۔ ہم دونوں بخوشی کئی سال تک باہم تحقیق کا کام کرتے رہے تا آنکہ 1976ء میں تسمانیہ نے مجھے واپسی کا اشارہ کر دیا۔ آپ کو ڈاکٹر سلام کی انرجی اور جسمانی طاقت کا اندازہ کرانے کیلئے میں ایک مثال دیتا ہوں۔ شاید 1968ء کی بات ہے کہ اچانک ان کو اپنڈکس ہوگیا، سرجری کیلئے ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ آپریشن کے محض دو روز بعد، ملاقات کیلئے وقت کے دوران سلام فزکس کے مسائل پر جوش وخروش کیساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ یہ ان کے کردار کی ایک جھلک ہے۔ علالت کے باوجود ذہنی طور پر انہوں نے محسوس کیا کہ وہ خود کو فزکس میں نئی پیش رفتوں سے آگاہ رکھیں تا کوئی اہم چیز ان کے علم میں آئے بغیر محو نہ ہو جائے۔

میرے تسمانیہ واپس جانے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے سلام کے ساتھ میرا تعلق برقرار رہا۔ انہوں نے ہمیشہ میری فیملی کے بارہ میں سچی دلچسپی کا اظہار کیا جس طرح کہ وہ دوسروں کے ساتھ کرتے تھے جن کو انہوں نے تربیت دی تھی۔ انہوں نے میری زندگی کو کئی نازک مرحلوں پر اتنی گہرائی میں متاثر کیا کہ میں ان کی کمی بہت محسوس کرتا ہوں۔ اس محفل میں دوسرے لوگ بھی ایسا محسوس کرتے ہوں گے۔ ان کی بے محابا نوازشات کی میٹھی یادیں میرے لئے انمول خزانہ ہیں۔ نئی نئی تعلیمی مہمات میں حصہ لینا اور پھر فزکس کرنے کا فن، بھلا ان کے متعدی قہقہوں کو کون بھلا سکتا ہے، ان کی سخاوت، ان کی بے مثل دوستی اور پھر انسانیت نوازی۔

اس محفل کے منتظمین نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میری تقریر پندرہ منٹ یا اس سے کم ہوگی، اس لئے میں یہیں پر ختم کرتا ہوں اور گورڈن فیلڈ مین کو آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

ماخوذ

لُو سے بچاؤ کی تدابیر و علاج

گرم موسم کے اثرات

موسم گرما کے آغاز سے ہی انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار پر اس کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ گرم موسم کی شدت سے پسینہ خارج ہونے کی رفتار بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے جسم سے نمکیات ضائع ہونے لگتے ہیں۔ گرمی کی شدت سے لُو لگنے کے خدشات بھی بڑھ جاتے ہیں جو ایک مہلک بیماری ہے۔

لُو لگنے کی علامات

سر میں درد، چکر اور تھکاوٹ کے بعد شدید بخار ہو جاتا ہے۔ مریض سخت کمزوری محسوس کرتا ہے، جس سے اس کی جسمانی صحت اور احساسات میں تبدیلی آجاتی ہے۔ جلد گرم، خشک اور سرخ ہو جاتی ہے جو لُو لگنے کی واضح علامت ہوتی ہے۔

لُو سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے، بار بار پیشاب آتا اور مریض بے ہوش ہو جاتا ہے، سانس کی تنگی ہونے کے باعث خراٹے جیسی آواز آتی ہے، دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے، کبھی کبھی دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا ہے، اعصاب میں کھچاؤ اور تناؤ کا احساس ہوتا ہے۔ حرارت بڑھ جانے کی وجہ سے مریض بار بار پانی پینا چاہتا ہے۔ منہ خشک ہو جاتا ہے جسم میں پانی کی کمی کی وجہ سے آنتوں میں بھی پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ جس سے چھوٹی آنت میں خراش اور معدے میں تیزابیت پیدا ہوتی ہے جو قے کا سبب بنتی ہے۔

لُو سے بچاؤ کی تدابیر

گرم موسم میں پانی کا استعمال زیادہ کریں، کم از کم تین لٹر یعنی 12 گلاس پانی روزانہ استعمال کریں۔ چائے، کافی سمیت دوسرے پیشاب آور مشروبات کے استعمال سے احتیاط ضروری ہے۔

جب بھی گھر سے باہر جانا ہو تو سر ڈھانپ کر رومال پانی میں بھگو کر سر پر رکھ کر نکلیں اور ساتھ ہی پانی بھی ضرور پی کر نکلیں۔ گرمیوں میں گہرے رنگوں کے کپڑے استعمال نہ کریں۔ کھانے میں گرم اشیاء کم سے کم استعمال کریں۔ پانی میں ایک دو چٹکی خوردنی نمک، سونٹھ باریک پیس کر استعمال کریں۔ شربت صندل، شربت بزوری اور ستو کا استعمال جاری رکھیں۔ کچی، پکی لسی کا استعمال بھی لُو سے بچا سکتا ہے۔ روزانہ کم از کم دو بار غسل ضرور کریں۔ تربوز گرمی کا بہترین توڑ ہے۔ اس کے ساتھ کالی مرچ کا سفوف ضرور استعمال کریں۔ اس کے علاوہ موسمی سبزیاں اور پھل بھی زیادہ کھائیں۔ کھیرا، فالسہ، آلو بخارا اس مرض میں مفید ہے جبکہ تلی ہوئی، ناقص، باسی اور نشاستے والی غذائیں استعمال نہ کریں۔

علاج

لُو لگنے کی صورت میں فوری طور پر مریض کو ہوادار جگہ پر لٹایا جائے، جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں، کیونکہ یہ خطرناک مرض ہے۔ اس میں مریض بیہوش ہو جاتا ہے۔ روغن گل 12 گرام اور عرق گلاب 60 گرام اور سرکہ 24 گرام ملا کر برف سے ٹھنڈا کریں اور اس میں کپڑا تر کر کے بار بار سر اور تالو پر رکھیں۔ دن میں کئی بار کچی کیری (کچا آم) کو گرم راکھ میں دبا کر یا ابال کر جب وہ نرم ہو جائے تو اس کا پانی اور شکر ملا کر بطور شربت مریض کو پلائیں۔

مفرح بارد 6 گرام۔ بہیدانہ 3 گرام۔ مغز کدو 3 گرام۔ تخم خرفہ 3 گرام۔ عرق گاؤزبان 100 گرام میں پیس کر دن میں 3 مرتبہ شربت نیلوفر 30 گرام میں ملا کر پلائیں۔

چنے کا خشک ساگ 12 گرام ایک گلاس پانی میں بھگو دیں۔ ایک گھنٹے بعد چھان کر گلوکوز کا ایک چمچہ ملا کر استعمال کریں۔

(ہمدرد صحت مئی 2009ء)

کنگ آرتھر

برطانوی دیو مالا کی اہم شخصیت جسے انگریز جنگ اور امن دونوں حالتوں میں شہنشاہیت کا بہترین نمائندہ سمجھتے ہیں۔ وہ ان روایات کا مرکزی کردار ہے جو ''میٹر آف برٹین'' (Matter of Britain) کہلاتی ہے۔ اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی بتایا جاتا ہے۔ انگریز مؤرخین اس امر پر متفق نہیں کہ شاہ آرتھر ایک تاریخی شخصیت ہے یا محض کوئی دیو مالائی کردار جیسے تاریخی واقعات میں خلط ملط کر دیا گیا۔ کچھ مؤرخین اسے ''شاہ'' بھی نہیں کہتے، ان کے نزدیک وہ ایک جنگی سردار یا سپہ سالار تھا۔ آرتھر کا ذکر سب سے پہلے برطانوی پادری اور مؤرخ مون ماؤتھ کے جیفرے (1100ء تا 1155ء) کی تحریروں میں ملتا ہے۔ لیکن آج کے مؤرخین ان تحریروں کو تاریخی حقائق قرار نہیں دیتے، ان کا کہنا ہے کہ یہ تحریریں عوام کو لطف پہنچانے یا محض جھوٹے قصے پھیلانے کی خاطر لکھی گئیں۔

حقیقتاً شاہ آرتھر کے معاملے میں مؤرخین دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایک کا کہنا ہے کہ وہ محض افسانوی کردار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی کلٹی دیوتا ہو جس نے برطانیہ میں انسانی خصوصیات اور روپ اختیار کر لیا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ پانچویں صدی میں جب اینگلو سیکسنوں نے مشرقی برطانیہ فتح کیا تو وہ اپنے ساتھ اپنی دیو مالا بھی لائے۔

دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ شاہ آرتھر تاریخی شخصیت ہے۔ وہ ایک رومانوی برطانوی راہنما تھا جس نے پانچویں صدی کے اواخر یا چھٹی صدی کے اوائل میں حملہ آور اینگلو سیکسنوں کا بھرپور مقابلہ کیا تھا۔ یہ مؤرخ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں شاہ آرتھر موجودہ شمالی برطانیہ اور جنوبی سکاٹ لینڈ کا حکمران تھا۔

بہرحال شاہ آرتھر حقیقی کردار ہے یا تصوراتی، آج وہ انگریز دنیا کی مقبول شخصیت ہے۔ اسے بہادری کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس پر کئی فلمیں بن چکی ہیں جنہیں شہرت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ اس کی رومانوی داستانیں بھی وجود میں آچکی ہیں اور اسے کئی ناولوں کا کردار بنایا گیا۔

(سنڈے ایکسپریس 22/اپریل 2007ء)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

ولادت

مکرم وحید احمد صاحب کارکن نظارت علیاء ربوہ حال یوکے تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کو دو بیٹیوں عطیۃ الرحیم اور ایمن احمد کے بعد مورخہ 23 مئی 2011ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام حضور انور نے ازراہ شفقت لبیق احمد عطا فرمایا ہے تینوں بچے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ نومولود مکرم خلیل احمد صاحب کا پوتا اور مکرم مولوی محمد جمیل صاحب مرحوم کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ نومولود درازی عمر والا، نیک، صالح، خادم دین، خلافت سے اخلاص و وفا کا دائمی تعلق رکھنے والا اور ہمیشہ خدا کی رضا کی راہوں پر چلنے والا ہو۔ آمین

ولادت

محترم محمد صدیق صاحب پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے خاکسار کے سب سے چھوٹے بیٹے مکرم شکیل احمد قیصر صاحب کو 23 مئی 2011ء کو جڑواں بیٹیوں سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچیوں کے نام ہالہ شکیل اور عروسہ شکیل عطا فرمائے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچیوں کو نیک، خادمہ دین، سلسلہ کے لئے مفید وجود اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے نیز صحت و سلامتی سے رکھے۔ آمین

ولادت

مکرمہ خالدہ برہان صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا محمد برہان صاحب باب الابواب غربی ربوہ تحریر کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری بیٹی مکرمہ امۃ النور صاحبہ اہلیہ مکرم سلمان احمد لقمان صاحب ابن مکرم مرزا محمد لقمان صاحب پورٹ لینڈ امریکہ کو مورخہ 5 جون 2011ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام ایان رامض لقمان تجویز ہوا ہے۔ نومولود کی والدہ یونیورسٹی آف پورٹ لینڈ امریکہ میں C.A (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) فائنل ائیر کی طالبہ ہیں۔

اسی طرح میرے بڑے بیٹے مکرم عامر احمد صاحب اور بہو مکرمہ روبینہ طلعت صاحبہ بنت مکرم مبارک احمد قریشی صاحب کارکن دفتر صدر انجمن احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے 24 نومبر 2009ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت دانیہ عامر عطا فرمایا اور تحریک وقف نو میں شمولیت قبول فرمائی ہے۔ دونوں نومولود بچے مکرم الحاج مرزا محمد عثمان صاحب مرحوم ابن حضرت حافظ مرزا محمد اسحٰق صاحب رفیق حضرت مسیح موعود اور حضرت حاجی محمد دین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود و درویش قادیان کی نسل سے ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں بچوں کو نیک، صالح، خادم دین اور اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

نیز میرے چھوٹے بیٹے عزیزم طاہر عمران (ٹیلی کمیونیکیشن انجینئر) نے 12 مئی 2011ء کو بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد میں منعقدہ اوپن ہاؤس میں اپنے فائنل سمسٹر (ٹیلی کمیونیکیشن) کے پروجیکٹ میں تھرڈ پرائز حاصل کیا۔ عزیزم کو کیش پرائز کے ساتھ شیلڈ اور تعریفی سند عطا کی گئی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی مبارک کرے اور مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم نوید احمد سعید صاحب استاد جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بہنوئی برادرم مکرم وسیم احمد کھوکھر صاحب (ابوظہبی) کی والدہ محترمہ ثریا بیگم صاحبہ بیوہ مکرم عبدالقدیر صاحب مرحوم مورخہ 17/ اپریل 2011ء کو محلّہ بختے والا، علامہ اقبال روڈ گوجرانوالہ شہر میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مورخہ 18/اپریل 2011ء کو احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں مکرم بشارت محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین مکمل ہونے پر مکرم امین الرحمٰن صاحب وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن ربوہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ کو حلقہ باغبانپورہ گوجرانوالہ میں صدر لجنہ اور سیکرٹری تحریک جدید لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ ہر جماعتی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ مرحومہ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کے بلندی درجات اور لواحقین کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔

سانحہ ارتحال

مکرم وسیم احمد چوہدری صاحب صدر حلقہ کینال ویو لاہور تحریر کرتے ہیں۔

میری والدہ محترمہ نذیر بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری صادق علی صاحب سکنہ کینال ویو لاہور مورخہ 25 مئی 2011ء کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ کی عمر 88 برس تھی۔ ان کی نماز جنازہ مکرم منصور احمد چٹھہ صاحب مربی سلسلہ جوہر ٹاؤن لاہور نے پڑھائی۔ احمدیہ قبرستان ہانڈو گجر میں تدفین کے بعد مربی صاحب نے ہی دعا کروائی۔ مرحومہ مکرم چوہدری رحیم بخش صاحب آف شیخوپورہ کی بیٹی اور مکرم چوہدری ضیاء اللہ خان صاحب آف بہلولپور کی بہو تھی۔ میری والدہ مخلص احمدی، عبادت گزار، دعوت الی اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی، شفیق و محبت کرنے والی اور مہمان نواز تھیں۔ جو کوئی بھی ان کو ایک دفعہ ملتا یہی سمجھتا کہ وہ اس کو سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں مرحومہ کے چار بیٹیاں اور تین بیٹے مکرم چوہدری بصیرت نواز صاحب جرمنی، مکرم سلیم احمد صاحب چوہدری لاس اینجلس امریکہ اور خاکسار سوگوار چھوڑے ہیں تمام بچے شادی شدہ ہیں۔ مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ بڑے بیٹے جرمنی سے پہنچ کر نماز جنازہ میں شریک ہو گئے تھے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ نیز ہم سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور میرے والد مکرم چوہدری صادق علی صاحب کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

اعلان داخلہ

یونیورسٹی آف لاہور نے درج ذیل شعبہ میں داخلہ کا اعلان کیا ہے۔

بی۔ ایس: الیکٹریکل انجینئرنگ، مکینیکل انجینئرنگ، سول مکینیکل ٹیکنالوجی، سول ٹیکنالوجی، الیکٹریکل ٹیکنالوجی، الیکٹرونکس ٹیکنالوجی، کمپیوٹر سائنسز، الیکٹرانکس اینڈ الیکٹریکل سسٹم، بایو کیمسٹری، مالیکیولر بیالوجی، بایوٹیکنالوجی، مائیکرو بیالوجی۔

بی ایس سی: نرسنگ (4 سالہ و 2 سالہ)

ایم ایس: الیکٹریکل انجینئرنگ، کمپیوٹر سائنسز، الیکٹرونک اینڈ الیکٹریکل سسٹم، بایو کیمسٹری، مالیکیولر بیالوجی، بایوٹیکنالوجی، مائیکرو بیالوجی۔

ایم فل: بایو کیمسٹری، مالیکیولر بیالوجی، بایوٹیکنالوجی، مائیکرو بیالوجی،

ایم فل لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی: بایو کیمسٹری، مالیکیولر بیالوجی، بایوٹیکنالوجی، مائیکرو بیالوجی،

فارم ڈی: انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر، ایم اے انگلش لٹریچر، ایم اے انگلش لینگویج ٹیچنگ اینڈ لینگوسٹکس

داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 7 جولائی 2011ء ہے۔

مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ www.uol.edu.pk وزٹ کریں۔

(نظارت تعلیم)

اردو افسانہ نگار

ڈاکٹر اعظم کریوی

ڈاکٹر اعظم کریوی اردو کے ایک نامور افسانہ نگار تھے۔ 1901ء میں پیدا ہوئے۔

ان کا تعلق افسانہ نگاروں کی اس نسل سے تھا جس نے منشی پریم چند کی افسانہ نگاری کے زیر اثر افسانے لکھنا شروع کئے۔

ڈاکٹر اعظم کریوی پریم چند کی طرز کے کامیاب مقلد سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں زیادہ تر دیہاتی زندگی کے مرقع پیش کئے اور ہندو معاشرت اور دیہاتی زندگی کی پاکیزگی، سادگی اور معصومیت کو اپنے افسانوں کی بنیاد بنایا۔

اعظم کریوی کی تحریر میں جو خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں اور جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان میں اول ہندو معاشرت کی صحیح عکاسی جس کے لئے مسلمان تو مسلمان، ہندو بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور دوم ان کی تحریر کا شاعرانہ رنگ، جس نے ان کے افسانوں کو رومانیت اور رنگینی سے ہمکنار کیا۔

اعظم کریوی نے اپنے افسانوں کے متعدد مجموعے یادگار چھوڑے۔ جن میں شیخ و برہمن، انقلاب، پریم کی چوڑیاں، دکھ سکھ، کنول، دکھیا کی آپ بیتی، روپ سنگھار، ہندی شاعری اور دیہاتی گیت شامل ہیں۔ ''ہندوستانی افسانے'' ان کے افسانوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے ہندوستان میں بولی جانے والی دوسری زبانوں مثلاً بنگالی اور ہندی کے افسانوں کو اردو میں منتقل کیا بلکہ اسی اسلوب میں خود بھی کئی افسانے تحریر کئے۔

22 جون 1955ء کو ایک قاتلانہ حملے میں انہوں نے کراچی میں وفات پائی۔

نور آملہ ®
سکری و خشکی ختم کرتا ہے، بالوں کو لمبا اور چمکدار بناتا ہے۔
خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ، ربوہ
فون: 047-6211538 فیکس: 047-6212382

خبریں

جسٹس جاوید اور جسٹس ثاقب تحقیقاتی کمیشنوں کے سربراہ مقرر

چیف جسٹس آف پاکستان نے وفاقی حکومت کی درخواست پر ایبٹ آباد کے واقعے اور صحافی سلیم شہزاد قتل کیس کی تحقیقات کے حوالے سے مجوزہ کمیشن کیلئے سپریم کورٹ کے ججوں کے نام حکومت کو بھیج دیئے ہیں۔ ایبٹ آباد کمیشن کے سربراہ جسٹس جاوید اقبال اور صحافی قتل کیس کی تحقیقات کیلئے کمیشن کے سربراہ جسٹس میاں ثاقب نثار ہوں گے۔

کرم ایجنسی 3 ڈرون حملے 11 ہلاک

لوئر کرم ایجنسی میں امریکی جاسوس طیاروں کے یکے بعد دیگرے تین حملوں میں 11 شدت پسند ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے جبکہ شدت پسندوں کا ایک مرکز اور گاڑی تباہ ہوگئی۔ ہلاک ہونے والوں میں اہم شدت پسند کمانڈر سمیت 9 غیر ملکی بھی بتائے جاتے ہیں۔ ہلاکتوں میں مزید اضافے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔

پشاور اور کوئٹہ میں بم دھماکے، 7۔افراد جاں بحق

پشاور کے ایک نواحی علاقہ میں امن کمیٹی کے رضا کار کے حجرے کے باہر کار بم دھماکے میں ایک پولیس اہلکار سمیت 4/افراد جاں بحق اور 5 زخمی ہو گئے۔ دھماکے میں 40 کلوگرام بارودی مواد استعمال کیا گیا جو گاڑی میں نصب کر کے ریموٹ کنٹرول سے اڑایا گیا۔ دریں اثناء کوئٹہ میں سریاب روڈ پر ڈگری کالج گیٹ کے سامنے ایک گاڑی میں نصب ریموٹ کنٹرول بم دھماکے سے رکشہ ڈرائیور اور 10 سالہ بچے سمیت 3/افراد جاں بحق اور 12 زخمی ہو گئے۔ جن میں پانچ کی حالت تشویشناک ہے۔

وزارتوں کی صوبوں کو منتقلی

پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما اور 18 ویں ترمیم پر عملدرآمد کمیشن کے سربراہ میاں رضا ربانی نے کہا ہے کہ وفاق سے صوبوں کو وزارتوں کی منتقلی، پارٹی قیادت کی رہنمائی میں کی جا رہی ہے اور یہ مرحلہ 30 جون تک مکمل کر لیا جائے گا۔ پیپلز پارٹی صوبائی خود مختاری اور صوبوں کی وزارتوں کی منتقلی کے عمل کو 18 ویں ترمیم کے بعد مکمل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

حکومت سپریم کورٹ کے فیصلوں پر عمل کیوں نہیں کرتی

مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف نے کہا ہے کہ ہم ووٹ لینے کے بعد ''تو کون میں کون'' کی سیاست نہیں کرتے۔ فوجی ڈکٹیٹر کی غلامی کرنے والے جج کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ میں اداروں کے خلاف نہیں، پاکستان اور اداروں کے حق میں بات کرتا ہوں۔ اگر ادارے قانون اور آئین کے تحت چلیں گے تو ان کی نیک نامی ہوگی۔ حکومت اگر اداروں کا احترام کرتی ہے تو سپریم کورٹ کے فیصلوں پر عمل کیوں نہیں کرتی۔

پاکستان میں دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ پناہ گزین ہیں

وفاقی وزیر ریاستیں و سرحدی امور انجینئر شوکت اللہ نے کہا ہے کہ پاکستان دنیا میں پناہ گزینوں کو پناہ دینے والا بڑا ملک ہے۔ پاکستان پناہ گزینوں کیلئے 1951ء میں کئے گئے معاہدہ کا رکن نہیں مگر پھر بھی ملک میں 30 لاکھ افغان پناہ گزین ہیں۔

آٹے کی بوری میں 40 روپے اضافہ

50 کلو آٹے کی فی بوری ہول سیل قیمت میں 40 روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ چیئرمین فلور ملز ایسوسی ایشن کے مطابق ہول سیل سطح پر 50 کلو گرام آٹے کی بوری 1450 روپے کی ہوگئی۔

رمضان پیکیج منظوری کیلئے وزیراعظم کو بھجوا دیا گیا

سینئر وفاقی وزیر صنعت و دفاعی پیداوار چوہدری پرویز الٰہی نے رمضان المبارک میں یوٹیلیٹی سٹورز پر اشیائے صرف کی قیمتوں میں 10 فیصد مزید کمی اور غریب شہریوں کو سبسڈی دینے کی سمری وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو بھجوا دی ہے تاکہ رمضان میں غریب عوام کو زیادہ سے زیادہ ریلیف مل سکے۔

مال بردار ٹرین سروس بند، 350 ملازمین فارغ کرنے کا فیصلہ

انجنوں کی شدید قلت کی وجہ سے ریلوے انتظامیہ نے ملک بھر کے مختلف شہروں تک مال بردار ٹرین سروس بند کر دی ہے جس کے بعد گاڑیوں کی بکنگ کے شعبے میں 350 سے زائد افسران اور اہلکاروں کو فارغ کر دیا گیا۔

درخواست دعا

❁ مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد محترم صوبیدار (ر) راجہ محمد مرزا خان صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ متفرق عوارض کی وجہ سے ICU فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو محض اپنے فضل سے شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

❁ مکرم طارق محمود صاحب دارالنصر غربی منعم ربوہ لکھتے ہیں۔

میری پوتی سعدیہ طارق بنت مکرم اویس طارق صاحب دارالنصر غربی منعم عمر ساڑھے تین سال کے دل میں سوراخ ہے۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں آپریشن متوقع ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ بچی کو شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آپریشن کامیاب کرے اور بعد کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

❁ مکرم حافظ عبدالنور صاحب واقف نو دارالعلوم غربی خلیل ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔

میرا چھوٹا بھائی فاران احمد طاہر دو تین روز سے بخار کی وجہ سے بیمار ہے۔ احباب سے کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

ربوہ میں طلوع وغروب 22 جون

طلوع فجر	3:33
طلوع آفتاب	5:01
زوال آفتاب	12:10
غروب آفتاب	7:19

ہاضمے کا لذیذ چورن
تریاق معدہ
پیٹ درد۔ بدہضمی۔ اپھارہ کیلئے کھانا ہضم کرتا ہے
ہر وقت گھر میں رکھنے والی دوا
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:047-6212434

آندرے آس لینگوئج انسٹیٹیوٹ
جرمن زبان سیکھئے
گوئٹے انسٹیٹیوٹ سے سندیافتہ ٹیچر
اور اب لاہور کراچی ٹیسٹ کی تیاری کیلئے بھی تشریف لائیں۔
(1) کورس دو ماہ-/4000 ماہانہ (2) کورس تین ماہ -/6000 ماہانہ (3) صرف تیاری ٹیسٹ ایک ماہ-/4000
ائیرکنڈیشنر کی سہولت موجود ہے
برائے رابطہ: طارق شبیر دارالرحمت غربی ربوہ
03336715543, 03007702423,0476213372

داخلہ کمپیوٹر کورسز + ٹیوشن کلاسز
ہمارے ادارہ میں بیسک کمپیوٹر کورس، کمپیوٹر ہارڈویر، گرافکس ڈیزائننگ، کمپیوٹر کمپوزنگ اور انٹرنیٹ کے کورسز اس کے علاوہ نرسری تا میٹرک کے مضامین کی ٹیوشن میں داخلہ جاری ہے۔
سٹی اکیڈمی آف پروفیشنل سٹڈیز
دارالعلوم جنوبی نزد گول چوک ربوہ
047-6211607,0345-7561638

KOHISTAN STEEL
DEALERS OF PAKISTAN STEEL MILLS CORPORATION LTD AND IMPORTERS
219 Loha Market Landa Bazar Lahore
Tel:+92-42-7630066,7379300
Mob:0300-8472141
Talib-e-Dua:Mian Mubarik Ali

FR-10

Mini Sale Big Discount
صاحب جی فیبرکس ربوہ
0092-47-6212310
دونوں برانچز پر سیل۔ سیل۔ سیل

خالص سونے کے زیورات
Ph:6212868 Mob: 0333-6706870
Res:6212867
فینسی جیولرز
محسن مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ

W.B
Waqar Brothers Engineering Works
پروپرائٹر: وقار احمد مغل
Surgical & Arthopedic instruments
Shop No.6 Shaheen Market Madni Road Mustfa Abad Dhurm pura Lahore 0300-9428050,0312-9428050

BETA®
PIPES
042-5880151-5757238